www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

مبلغ

اشاعت کا پندرہواں سال
15th year of Publication

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3روپے

21/مارچ تا27/مارچ2014ء جمعۃ المبارک 19جمادی اول ۱۴۳۵ھ جلد نمبر:15 شمارہ نمبر:11

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

غرٖیبی چھے خاص الخلصاہ
خریدار چھُی خدایے تۓ سودا کر
دُنٖ یاہ دآرِی بوکر ساساہ
طولِ اشٖ اَندر ژٕ کار مو بَر

"غریبی خاصانِ خدا کا شیوہ وطریقہ رہا ہے۔اس فقر کا خریدار خود خداوند کریم ہے، اسلئے مولیٰ کے ساتھ تجارت کرو۔ (میرا طریقہ امیری نہیں فقیری ہے)۔امیری بے حیائی کو جنم دیتی ہے،اپنے کو طولِ امل اور حرص وہوا کے بھنور میں مت گراؤ۔"

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں،اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

عالم اسلام کا ایک بڑا المیہ

غیر مسلم آقاؤں کے حکم پر اسلام کی بیخ کُنی

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے موقع پر یہودی قبیلہ بنو قریظہ کی بدعہدی،اور معاہدہ صلح کے باوجود خفیہ طور پر دشمنان اسلام کی مدد کرنے کو بہت شدت سے محسوس کیا تھا اور غزوہ خندق کی فتح کے بعد فوراً اس غدار قبیلہ پر حملہ کر کے ان کو سزادی،تاکہ آئندہ کسی کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایسی جرأت کی ہمت نہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح حدیبیہ کے بعد راحت وسکون کا جب کچھ وقفہ ملا تو دعوتی خطوط دے کر اپنے قاصدوں کو مصر وشام اور فارس وغیرہ کے بادشاہوں کے پاس بھیجا،اس زمانہ میں بھی سفارت کاروں کی جان ومال کی حفاظت کی جاتی تھی مگر شہر بصریٰ کے خودمختار گورنر شرحبیل غسانی نے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حارث بن عمیر ازدی کو بلا جواز قتل کردیا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس حادثہ کی خبر ملی تو آپ نے ذرا بھی تاخیر نہیں کی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر تیار کر کے روم کے تابع شہر بصریٰ کے لئے روانہ فرمایا، کیونکہ اس طرح کا اقدام نہ کرنیسے اسلامی عظمت اور سفارتی اصولوں کی دھجیاں اڑانے کا ان حکمرانوں کو موقع مل جاتا اور وہ اپنے تمرد وسرکشی میں بہت بڑھ جاتے،مسلمانوں کی ہیبت باقی نہ رہ جاتی،اس فوج کشی میں اگرچہ تین بہادر سپہ سالار یکے بعد دیگرے شہید ہوئے مگر اللہ نے خالد بن ولید کی قیادت میں عظیم الشان فتح سے ہمکنار فرمایا اور مسلمانوں کی ہیبت قیصر روم تک پر جم گئی۔

۞ حجاج بن یوسف ثقفی کو اطلاع ملی کہ سراندیپ (سری لنکا) کے حاجیوں کے سمندری قافلوں پر سندھ کے راجہ داہر کے فوجی حملے کر کے ان کو ہلاک اور گرفتار کرتے ہیں تو حجاج بن یوسف کی اسلامی حمیت برداشت نہ کرسکی اور اس نے عبدالملک بن مروان سے اجازت لیکر اپنے بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم ثقفی کی قیادت میں زبردست لشکر روانہ کیا پھر سندھ کی فتح،راجہ داہر کے زوال اور ہندوستان میں مسلم فاتحین کی آمد،اسلامی پرچم کی سربلندی کی داستان رقم ہونے لگی۔

۞ عہد عباسی کے ضدی مگر انتہائی غیرت مند خلیفہ معتصم باللہ کو جب معلوم ہوا کہ عیسائی ریاست کے قید خانہ میں ایک بوڑھی مظلوم عورت نے اپنی فریادرسی کے لئے "وامعتصما!" ہائے معتصم مدد کرو کا نعرہ لگایا،اور معتصم باللہ کو جب اس پکار کی خبر دربار میں پہونچی تو وہ فرط غضب وغیرت سے لبیک اُماہ "اے میری ماں میں آرہا ہوں" کہتے ہوئے کھڑا ہوگیا اور اسی دم عباسی اسلامی فوج کو کوچ کرنے کا حکم صادر کیا یہاں تک کہ اس عیسائی ریاست کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اس مظلوم بیوہ کو نکال کرلایا تھا۔

ہم جب ان واقعات کو پڑھتے ہیں اور آج کے پاکستان، افغانستان،عراق،لیبیا،مصر،تیونس،یمن،شام وغیرہ کے حالات پر غور کرتے ہیں اور ان کے ساتھ امریکہ ویورپ کی بدعہدی،دغابازی اور ان ملکوں کے ارباب وعقد کی چاپلوسی،حاشیہ برداری اور بے غیرتی کو دیکھتے ہیں پھر اس کے ساتھ ان ملکوں کی رعایا اور جنتا کی ایمانی غیرت،اسلامی حمیت اور یورپ وامریکہ سے بے پناہ نفرت اور اس کی پاداش میں اپنے ہی مسلم حکمرانوں کی طرف سے ان پر ظلم وستم کی داستاں سنتے ہیں تو دل کڑھتا ہے،اور یہی واضح ہوتا ہے کہ ذلت ورسوائی کا یہ لباس خود اپنا اختیار کردہ ہے،وہ غیرت مند،باحمیت بلند کردار اور رسول عربی کے سچے غلام خلفاء وسلاطین تھے جنہوں نے یہود ونصاریٰ کو کبھی قابل اعتبار دوست نہیں جانا کبھی ان کے وعدوں اور معاہدوں پر بھروسہ نہیں کیا،ہمیشہ چوکنا رہے،اپنے دفاعی امور کو مستحکم بنانے پر توجہ دی،اس لئے کہ ان کو قرآن کی حق بیانی اور اللہ رب العالمین کے ارشادات کا یقین تھا قرآن بار بار مختلف انداز میں وارننگ دیتا ہے کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین سے عہد وپیمان کرنے میں محتاط رہو،ان کو اپنا قریبی معتمد دوست مت بناؤ یہ تم کو نقصان پہونچانے سے کبھی بھی باز نہیں آئیں گے ان کو جب بھی اپنا رازدار بناؤ گے،ان پر اعتماد کروگے،دھوکہ کھاؤگے،یہ فطری طور پر باطل پرست اور اللہ کے دشمن ہیں،لہٰذا ایمان کی وجہ سے تمہارے بھی دشمن ہیں ان کی دوستی ظاہری ہے یہ مفاد پرست،خودغرض دوست ہیں۔

یاایھاالذین آمنو الاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمؤدۃ (سورہ ممتحنہ آیت۱) اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں (کافروں) کو دوست نہ بناؤ کہ ان کو پیغام دوستی بھیجو۔

یاایھاالذین آمنو الاتتخذوا الیھود والنصاریٰ......یتولھم منکم فھو منھم (سورہ المائدہ آیت ۵۱) اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ کیونکہ وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور (مسلمانوں سے ان کو کوئی ہمدردی نہیں) جو ان کو اپنا دوست وحلیف بنائے گا وہ انھیں میں شمار ہوگا۔لایتخذالمومنون الکٰفرین .... تقٰۃ ویحذرکم اللہ نفسہٗ والی اللہ المصیر (سورہ آل عمران ۲۸)

مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کو دوست نہ بنائیں مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے والا نہیں ہوگا مگر ایسی صورت میں (سیاسی ظاہری دوستی کی اجازت ہے) کہ تم اس سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ان چند آیات میں سب کچھ بتادیا گیا اور سیاسی ودفاعی نقطۂ نظر سے معاہدہ کرنے،تعلقات بنانے کی اجازت بھی دی گئی ہے مگر انھیں کو اپنا مخلص اور ہمدرد مان لینا جیسا کہ آج کے حکمرانوں کی حالت ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے کہ اپنے اقتدار کے لئے امریکہ سے مدد کی بھیک مانگتے ہیں،امریکہ کی تمام پالیسیوں کو نافذ کرتے ہیں اپنے سیاسی حریفوں اور دین پسند لوگوں کی فہرست اور بایوڈاٹا سی آئی اے کے سپرد کرتے ہیں،امریکہ ویورپ کے کہنے پر اسلام پسندوں کو ہلاک کرتے ہیں،دینی مدارس اور اسلامی تنظیموں پر پابندی لگاتے ہیں امریکہ کے کہنے پر اپنے مدارس اور اسکولوں کا نصاب تیار کرتے ہیں، یہ دوست سے بڑھ کر غلام اور ایجنٹ کا رول ادا کرتے ہیں۔مغربی تہذیب،مغربی افکار،مغربی نظریات میں سب کچھ ہے۔

اس موقع سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی جملہ یاد کرنا چاہئے کہ انھوں نے شام کے سفر کے موقع پر اپنے سپہ سالاروں اور شامی شیروں کے اس مشورہ کے جواب میں فرمایا تھا کہ امیر المؤمنین ملک شام کے باشندے ہمیشہ قیصر روم کے تابع رہے ہیں وہ امیروں وزیروں سرداروں کے سلسلہ میں خودنمائی جاہ وجلال اور ظاہری رعب ودبدبہ دیکھنے کے عادی ہیں لہٰذا آپ اس سادہ عربی لباس کی جگہ کوئی عمدہ لباس زیب تن فرمالیں تو فاروق اعظم کا تاریخی جواب یہ تھا۔انکم کنتم اذل الناس فاعزکم اللہ بالاسلام فمھما تطلبوا العز بغیرہ یذلکم اللہ (البدایۃ والنہایۃ ج۷/۶۰)

تم سب سے زیادہ ذلیل افراد تھے پھر اللہ نے تمہیں اسلام کی بدولت عزت بخشی لہٰذا جب بھی تم اسلام کے بغیر کس اور راہ سے عزت وعظمت کے طالب بنو گے اللہ تم کو ذلیل کردے گا۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہم مسلمان ذلت ورسوائی کا سامنا کررہے ہیں کیونکہ اسلام کے نام پر عزت کیا تلاش کریں گے اپنے غیر مسلم آقاؤں کے حکم پر اسلام ہی کی بیخ کنی میں سرگرم ہیں۔

www.khanqah.in

تحفظِ ختم نبوت کے خاطر قربانیاں۔4

مولانا حذیفہ وستانوی۔ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

اب آپ اندازہ لگائیے کہ ایک ایسا جلیل القدر محدث وفقیہ ایسا کہہ رہے ہیں جس کے بارے میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ فرماتے تھے ''انور شاہ کشمیری صحابہ کی جماعت کے بچھڑے ہوئے فرد ہیں'' ان کے اخلاق ،ان کا علم ،ان کا تقویٰ ،ان کی دینی غیرت وحمیت کو دیکھ کر یہ جملہ آپؒ نے کہا۔

ختم نبوت اور قرآن: قرآن کریم نے مسئلہ ختم نبوت کو تقریباً سو مقامات پر ذکر کیا ہے ،کہیں صراحتاً ،کہیں کنایۃً ،کہیں عبارت النص سے ،کہیں اقتضاء النص سے ،کہیں اشارۃ النص سے تو دلالت النص سے ،جس کو پوری تفصیل کے ساتھ حضرت اقدس مفتی شفیع صاحب قدس اللہ سرہٗ نے اپنی تصنیف عنیق ''ختم النبوۃ فی القرآن ''میں ذکر کیا ہے اور دوسری تصنیف لطیف'' ختم النبوۃ فی الاحادیث ''میں ۲۱۰ احادیث جمع فرمائی اور ''ختم النبوۃ فی الآثار ''میں امت کا اجماع سینکڑوں علمائے امت کے اقوال ختم نبوت کی تائید میں جمع فرمادیے۔اللہ حضرت کو امت کی جانب سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین!

حضرت مفتی شفیع صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہٗ وبرد اللہ مضجعہ واسکنہ بحبۃ جنانہ ''ختم نبوت'' کامل ہر سہ حصہ کی تمہید میں تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ ختم نبوت: یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ورسول ہونا اسلام کے ان بدیہی مسائل اور عقائد میں سے ہے ،جن کو تمام عام وخاص ،عالم وجاہل ،شہری اور دیہاتی مسلمان ہی نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی جانتے ہیں تقریباً چودہ سو برس سے کروڑہا مسلمان اس عقیدہ پر ہے ،لاکھو علماء امت نے اس مسئلہ کو قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے واضح فرمایا کبھی یہ بحث پیدا نہیں ہوئی کہ نبوت کے کچھ اقسام ہیں ،اور ان میں سے کسی خاص قسم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے ،یا نبوت کی تشریعی غیر تشریعی یا ظلی وبروزی یا مجازی اور وغیرہ اقسام ہیں قرآن وحدیث میں اس کا کوئی اشارہ تک نہیں پوری امت اور علماء امت نے نبوت کی یہ قسم نہ دیکھی اور نہ سنی ،بلکہ صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اس عقیدہ پر قائم رہی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوت ورسالت ختم ہے آپؐ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آپ سے پہلے پیدا ہو کر منصب نبوت پر فائز ہو چکے ہیں ،ان کا آخر زمانہ میں آنا اس کے قطعاً منافی نہیں)۔

اس مسئلہ کے اتنا بدیہی اور اجماعی ہونے کے ساتھ اس پر دلائل جمع کرنا اور اس کا ثبوت پیش کرنا در حقیقت ایک بدیہی کو نظری اور کھلی ہوئی حقیقت کو پیچیدہ بنانے کے مرادف معلوم ہوتا ہے ،بلکہ اس مسئلہ کا ثبوت پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص مسلمانوں کے سامنے لاالٰہ الاّ اللہ کا ثبوت پیش کرے ،ان حالات میں کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس موضوع پر کوئی مستقل رسالہ یا کتاب لکھی جائے ،لیکن تعلیمات اسلام سے عام غفلت وجہالت اور روز پیدا ہونے والے نئے فتنوں نے جہاں بہت سے حقائق پر پردہ ڈال دیا ہے باطل کو حق اور حق کو باطل کر کے ظاہر کیا ہے وہیں یہ مسئلہ بھی تختہ مشق بن گیا۔

اس مسئلہ میں فرقہ وار جماعت کی حیثیت سے سب سے پہلے باب وبہا کی جماعت فرقہ بابیہ نے اختلاف کیا ،مگر وہ علمی رنگ میں اس بحث کو آگے نہ پہنچا سکے اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے اس میں خلاف واختلاف کا دروازہ کھولا ،اور ان کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں میں یہ بحث ایسی منتشر اور متضاد ہے کہ کہ خود ان کے ماننے والے بھی اس پر متفق نہ ہو سکے کہ وہ کیا کہتے ہیں اور ان کا کیا دعویٰ ہے کہیں بالکل عام مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین ہونے اور وحی نبوت کے انقطاع کلی کا اقرار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلقاً کسی نبی یا رسول کی پیدا نہ ہونے کا اعتراف ہے۔کہی اپنے آپ کو مجازی اور لغوی نبی کہا گیا ہے ،کہیں نبوت کی ایک نئی قسم ظلی وبروزی بتلا کر بروزی نبی ہونے دعویٰ کیا گیا کہیں نبوت کو تشریعی اور غیر تشریعی میں تقسیم کر کے تشریعی کا اختتام اور غیر تشریعی کا جاری ہونا بیان کیا گیا ،اور اپنے آپ کو غیر تشریعی نبی بتلایا اور وحی غیر تشریعی کا دعویٰ کیا گیا ہے کہیں کھلے طور پر صاحب شریعت نبی ہونے اور وحی تشریعی کا دعویٰ کیا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ ان کے متبعین تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے ایک فرقہ ان کا صاحب شریعت اور تشریعی نبی اور رسول مانتا ہے ،یہ ظہیر الدین اروپی کا فرقہ ہے ،دوسرا فرقہ ان کو با اصطلاح خود غیر تشریعی نبی کہتا ہے ،یہ قادیانی پارٹی ہے جو مرزا محمود صاحب کی پیرد ہے تیسرا فرقہ ان کو نبی یا رسول نہیں بلکہ مسیح موعود اور مہدی موعود قرار دیتا ہے۔یہ مسٹر محمد علی لاہوری کے متبعین ہیں۔

غرض مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین اس قطعی اور اجماعی مسئلہ میں خلاف وشقاق کا دروازہ کھولا عوام کی جہالت اور مغربی تعلیم سے متاثر ،دینی تعلیم سے بیگانہ افراد کی ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اٹھائے ،کہ اس مسئلہ میں طرح طرح کے اوہام وشکوک ان کے دلوں میں پیدا کر دیئے ،اور ان کی نظر میں بدیہی مسئلہ کو نظری بنادیا اس لیے اہل علم اور اہل دین کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا ،کہ ان کی شبہات دور کیے جائیں ،اور قرآن حدیث کی صحیح روشنی ان کے سامنے لائی جائے۔(ختم نبوت:ص۱۰-۱۲)

حضرت کاندھلویؒ فرماتے ہیں: ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ نبوت اور پیغمبری حضور کی ذات بابرکت پر ختم ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ انبیاء کے خاتم (بالکسر) ہیں یعنی سلسلہ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ انبیاء کے خاتم (بالفتح) یعنی مہر ہیں۔اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ ہوگا ،مہر کسی چیز کا منہ بند کرنے کے لیے لگاتے ہیں۔اسی طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سلسلہ انبیاء پر مہر ہیں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اس سلسلہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔اور قیامت تک کوئی شخص اب اس عہدہ پر سرفراز نہ ہوگا۔مہر ہمیشہ ختم کرنے اور بند کرنے کے لیے ہوتی ہے کما قال تعالی یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک یعنی سربمہر بوتلیں ہوں گی اور شراب ان کے اندر بند ہوگی۔ختم اللہ علی قلوبھم اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے یعنی کفر اندر بند کر دیا ہے۔(احتساب قادیانیت:ج۲/ص۵۱۴)

قرآن اور عقیدۂ ختم نبوت:

مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس کے بعد ما کان محمدا ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ خاتم النبیین و کان اللہ بکل شئ علیما پر صفحہ ۵۰ سے صفحہ ۱۳۳ تک یعنی تقریباً ۸۴ صفحات پر پورے شرح وسط کے ساتھ کلام کیا ہے جو قابلِ مطالعہ ہے ،لغت ،احادیث اور آثار کی روشنی میں بڑی جامع تفسیر کی ہے۔اس کے بعد مختصراً اس کے علاوہ دیگر تقریباً ۹۹ آیات کی مختصر تشریح کی ہے۔وہ آیات یہ ہیں: جیسا کہ اس سے پہلے بھی بیان کیا کہ تقریباً دو سو دس احادیث سے ختم نبوت کا مسئلہ ثابت ہے جس میں سے اہم روایت بخاری کی ہے۔

اَمارتِ شرعیہ دار الافتاء والقضاء
بجبہاڑہ اسلام آباد کشمیر

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم وفضل واحسان ہے کہ اُس نے ہمیں ایک اہم دستورِ حیات یعنی قرآن پاک عطا کیا ہے تا کہ اس کے تحت ہم اپنے تمام مسائل کا اور منازعات کا حل کر سکتے ہیں کیونکہ اس میں کسی ایک فریق پر ظلم وزیادتی اور رُشوت ستانی کا کوئی امکان ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ قرآن سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔اوپر والی آیتِ کریمہ میں اللہ پاک اپنے مسلمان بندوں کو متوجہ کر رہے ہیں کہ جب بھی آپ کا کوئی مسئلہ ہو یا کوئی منازعت کی کوئی صورت ہو تو آپ اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہی کو اپنے متنازع مسائل میں حَکم بنالے اور یہی لوگ حقیقی مؤمن کے مصداق ہیں۔لہٰذا ہم تمام اُمت مسلمہ کو اس بات سے آگاہ کرتے ہیں کہ اُمت مسلمہ بھی اپنے تمام متنازع مسائل کو قرآن وسنت کے تابع ہی حل کریں اور یہی حقیقی مسلمان کی پہچان بھی ہے۔اس کیلئے قصبہ بجبہاڑہ میں دار الافتاء والقضاء اِمارت شرعیہ مصباح المدارس نصیبی بابا محلّہ بجبہاڑہ میں یہ اِدارہ تین سال پہلے معرض وجود میں آچکا ہے جہاں پر جیّد مفتیانِ کرام اور قضاۃ حضرات کی خدمات ہمیشہ میسّر رہتی ہے۔یہی مفتیان کرام اور قضاۃ حضرات مقدّمے کی سماعت کر کے مسئلے کا بآسانی شرعی حل پیش کرتے ہیں۔اس میں صرف اور صرف یہ مقصد ہے کہ اُمت مسلمہ کو قرآن وسنت کے تابع اُن کے نجی اور اجتماعی مسائل کا حل کیا جا سکے جو دونوں فریق کیلئے دُنیا وآخرت کی سعادت مندی کا باعث ہے۔

لہٰذا تمام اُمت مسلمہ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے نجی مسائل جیسے نکاح ،طلاق ،فسخ ،بیع وشراء ،وراثت ،وصیت وغیرہ میں اِمارت شرعیہ دار الافتاء والقضاء کی طرف رجوع کریں جس میں اصولِ اربعہ یعنی شرعی اصول وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقدّس کلام سنا کر ہی مسئلے کو سلجھایا جاتا ہے جبکہ دار القضاء سے کئی کٹھن معاملات کا بھی حل کیا گیا ہے اور کچھ مسائل اور مقدّمات کی کاروائی زیرِ عمل ہے۔نیز اللہ سے دُعا ہے کہ اِس اِدارے کو قائم ودائم رکھے اور ترقیات سے نوازے اور اپنی خوشنودی کا باعث بنا کر ہمارے لئے سعادتِ دارَین کا سبب بن سکے۔

نوٹ: دار القضاء میں مقدمات کی کاروائی صرف اور صرف جمعرات میں ہوتی ہے نیز ضرورت کے وقت مندرجہ ذیل نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:

9018329011

منجانب: اَمارتِ شرعیہ دار الافتاء والقضاء بجبہاڑہ اسلام آباد کشمیر

CHAND
SOLARS
NEAR J&K BANK,
T.P. BRANCH
KULGAM
Cell No's: 9419639044,
9596106546

SIRCOMPUTERS
DANGERPORA
ISLAMABAD
Cell No's: 9419412525

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

21/ مارچ 2014ء جمعۃ المبارک

مومن اُنس ومحبت کا سرچشمہ ہو!

پھول اور پھل والے درخت کی اہمیت اس درخت کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے جس درخت میں پھل بھی نہیں اور پھول بھی نہیں، بالکل یہی حال انسان کا ہے جس انسان میں اُنس ومحبت کے پھل اور پھول ہیں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے اس انسان کے مقابلہ میں جو انسان تو ہے مگر ایسا کہ نہ اس میں کسی سے اُنس ہے اور نہ محبت کا کوئی جذبہ، ایک عام مسلمان میں عموماً اور دعوتِ دین دینے والے مسلمان میں خصوصاً دوسرے انسانوں سے زیادہ اُنس ومحبت کے جذبہ کا ہونا ضروری ہے، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جس دین کو پھیلایا اور لوگ جوق در جوق مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے قریب ہوگئے اور آپ کے دُشمن پکے شیدائی بن گئے، آپ کی جان کے دُشمن اپنی جان پر قربان کرنے لگے اس تبدیلی کی وجہ کیا تھی؟ یہی کہ آپ ﷺ نے لینے سے پہلے دینے والے اخلاق اختیار فرمائے، آپ ﷺ نے انسانوں کو پہلے اُنس ومحبت کا پیغام دیا اور عرب کے اس چمن میں سب سے پہلے آپ پھول بن گئے اور آپ نے اسی اُنس ومحبت کے تقاضے کے مطابق ساری انسانیت کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ فرمایا اور سب سے بڑی خیر خواہی یہ تھی کہ ابدی زندگی کی کامیابی اور نجات کا نسخۂ اکسیر پیش کیا اور آپ ﷺ کے دِل میں ساری انسانیت کے بارے میں بہترین تمنائیں اور آرزوئیں تھیں اور سب سے بڑی آرزو آپ ﷺ کی ساری انسانیت کے بارے میں یہ تھی کہ یہ انسانیت جہنم کی آگ سے بچ جائے اور جنت کی ابدی زندگی میں داخل ہوجائے۔

آپ ﷺ نے جو کام اپنی زندگی میں کرکے بتایا اس کو مومن کی تعریف میں شامل کردیا اور یوں فرمایا کہ "اَلْمُؤْمِنُ آلفٌ مَأْلُوفٌ وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ وخَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ" مومن ومسلمان اُنس ومحبت والا انسان ہوتا ہے، اس آدمی میں کوئی خیر وبھلائی نہیں جو نہ دوسروں سے مانوس ہو اور نہ دوسرے اُس سے مانوس ہوں لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچانے والا ہو"

حضور اقدس ﷺ اپنے اس ارشاد گرامی کے ذریعہ اس حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ جو حقیقی مومن ومسلمان بننے کی توقع رکھتا ہے وہ اپنے دِل سے اُنس ومحبت کے پھول پیدا کرلے، جب ایک مومن ومسلمان میں محبت کے پھول پیدا ہوں گے تو ان پھولوں کی خوشبو دوسرے انسانوں کو مجبور کرے گی کہ وہ ان سے قریب ہوجائیں، ایک داعی کو دعوتِ دین دینے سے پہلے اپنے دِل کا احتساب کرلینا چاہیے کہ اس کے دِل میں خیر خواہی، اُنس ومحبت کے پھول ہیں یا شر خواہی، بُغض وعداوت اور کینے کے کانٹے موجود ہیں؟

آپ ﷺ نے شرافت کا معیار اس زمانہ میں قائم کیا جس زمانہ میں لوگ شرافت کو جانتے تک نہیں تھے، آپ ﷺ نے مکی اور مدنی دَور میں رواداری کی ایسی مثال قائم کردی کہ تاریخ اس رواداری کو فراموش نہیں کرسکتی یعنی آپ ﷺ نے اپنے مذہب پر قائم رہ کر دوسرے سارے انسانوں کی رعایت کی، اسی شرافت اور رواداری کے وجود کی علامت تھی کہ آپ نے دُنیا کے سارے لوگوں کے ساتھ نرمی کا حکم دیا اور تالیف قلب کا نظام قائم کیا، اور تمام مخلوقات پر شفقت کی تعلیم دی، آپ نے دُشمن کے غلط برتاؤ کا جواب سخاوت سے دیا، عثمان شیبی نے ہجرت کے وقت آپ ﷺ کو دو رکعت نماز کیلئے کعبہ کا دروازہ تک نہ کھولا مگر آپ ﷺ نے فتح مکہ کے وقت رواداری کی ایسی مثال قائم کی کہ ہمیشہ کیلئے اس کنجی کو اپنے ہاتھ سے اسی عثمان شیبی کے حوالہ کردی اور یہ بھی کہہ دیا کہ جو کوئی تمہارے خاندان سے اس کنجی کو چھین لے گا وہ ظالم تصور کیا جائے گا۔

دین کی دعوت شرافت کی ایسی بے نظیر اداؤں کے ذریعہ ہی دی گئی ہے، آپ ﷺ نے کفر سے تو نفرت کی مگر کافر کو انسانیت کے درجہ سے گھٹا کر کبھی نہیں دیکھا ایک کافر ہمارے سامنے ہے تو ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ ہم اس کے اور ہمارے درمیان میں ایک نظر نہ آنے والی دیوار کھڑی کرلیں اور اس سے ایسا برتاؤ کریں جیسے کسی غیر انسان سے کیا جاتا ہے، بلکہ اگر ہم دعوت دین دینے کا ارادہ رکھتے ہوں اور ایک حقیقی مسلمان کی حیثیت سے اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہتے ہوں تو ہمارا اوّلین فریضہ یہ ہے کہ ہم نے اجنبیت کی جو دیوار ان کے اور ہمارے درمیان کھڑی کرلی ہے اس دیوار کو توڑ دیں اور یہ سوچیں کہ وہ اگر مسلمان نہیں تو کیا ہوا، انسان تو ہے۔

جواهر القرآن

تحویلہ قبلہ کا مسئلہ............از: حضرت اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ

رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلّی دی گئی ہے کہ مشرکین مکہ نے اگرچہ آپ ﷺ کو مکہ اور بیت اللہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کردیا اور مدینہ پہنچ کر ابتدائی زمانہ میں سولہ سترہ مہینہ تک آپ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، لیکن اس میں آپ ﷺ کا کوئی نقصان نہیں، نہ آپ ﷺ کیلئے غمگین ہونے کی کوئی وجہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کسی خاص سمت میں نہیں وہ ہر جگہ ہے۔ اس کے لئے مشرق ومغرب یکساں ہیں، کعبہ کو قبلۂ نماز بنائیں، یا بیت المقدس کو، دونوں میں کوئی ذاتی خصوصیت نہیں، بلکہ امرِ الٰہی کی تعمیل ہی دونوں جگہ سبب فضیلت ہے۔

بلکہ شرطِ قابلیت داد ہست

اس لئے جب کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم تھا اُس میں فضیلت تھی، اور جب بیت المقدس کا استقبال کرنے کا حکم ہوگیا تو اس میں فضیلت ہے، آپ ﷺ دلگیر نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی توجہ دونوں حالتوں میں یکساں ہے، جب کہ بندہ اس کے حکم کی تعمیل کررہا ہو۔
چند مہینوں کیلئے بیت المقدس کو قبلہ قرار دینے کا حکم دے کر عملاً اور آپ ﷺ نے قولاً اس بات کو واضح کردیا کہ کسی خاص مکان یا سمت کو قبلہ قرار دینا اس وجہ سے نہیں کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ اس مکان یا اس سمت میں ہے، دوسری جگہ میں نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر سمت میں یکساں توجہ کے ساتھ موجود ہے، کسی خاص سمت کو قبلہ عالم قرار دینا، دوسری حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی توجہ کسی خاص سمت یا جگہ کے ساتھ مقید نہیں تو اب عمل کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ ہر شخص کو اختیار دیدیا جائے کہ جس طرف چاہے رُخ کرکے نماز پڑھے، دوسرے یہ کہ سب کیلئے کوئی خاص سمت وجہت معیّن کردی جائے، ظاہر ہے کہ پہلی صورت میں ایک تشتت اور افتراق کا منظر سامنے آئے گا کہ دس آدمی نماز پڑھ رہے ہیں، اور ہر ایک کا رُخ الگ الگ، اور ہر ایک کا قبلہ جدا جدا ہے، اور دوسری صورت میں تنظیم واتحاد کا عملی سبق ملتا ہے، ان حکمتوں کی بناء پر سارے عالم کا قبلہ ایک ہی چیز کو بنانا زیادہ مناسب ہے، اب وہ بیت المقدس ہو یا کعبہ، دونوں مقدس اور متبرک مقامات ہیں، ہر قوم اور ہر زمانہ کے مناسب اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام آتے ہیں، ایک زمانے تک بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا، پھر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلی خواہش کے مطابق اس حکم کو منسوخ کرکے کعبہ کو قبلہ عالم بنادیا گیا، ارشاد ہوا: "قد نرى تقلّب وجهك في السّماء فلنولّينّك قبلة ترضٰها فولّ وجهك شطر المسجد الحرام وحيث // بقیہ صفحہ 7 پر

ذکرِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

قسط: 2

غصّہ برائیوں کا سرچشمہ

حدیث شریف کے اندر مذکور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی ''لا تغضب'' کا دو مطلب بیان کیا گیا ہے:
پہلا مطلب: یہ ہے کہ حسن خلق پیدا کرنے والے اسباب: کرم، سخاوت، بردباری، شرم وحیا، تواضع وانکساری، صبر وتحمل، عفو ودرگذر، غصے کا پی جانا، خندہ پیشانی اور خوشی سے ملنا وغیرہ اخلاق جمیلہ کو اختیار کیا جائے، اس لیے کہ نفس جب ان اخلاق کے ساتھ متصف ہوگا اور یہ اخلاق اس کی عادت بن جائیں گے تو غصے کے اسباب پائے جانے کے وقت نفس میں غصے کو دور کرنے کی صلاحیت اور قدرت پیدا ہوجائے گی۔
اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو اس کے تقاضے پر عمل نہ کرو، اور غصہ پیدا کرنے والی بات پیش آئے تو نفس کو غصے کے حکم پر عمل نہ کرنے پر مجبور کرو، جب انسان ایسا کرے گا تو وہ غصے کے شر سے محفوظ ہوجائے گا، اور ایسا کرنے سے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا، اور اس قدر جلد ختم ہوجائے گا گویا اس کو غصہ آیا ہی نہیں تھا، اور اسی کی طرف قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں بھی اشارہ فرمایا گیا ہے "واذا ما غضبوا هم يغفرون" (الشوریٰ:۳۷) اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کردیتے ہیں، اور دوسری جگہ ارشاد ہے "والكٰظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين"۔ (آل عمران:۱۳۴) اور غصے کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کردینے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔
غصے کا علاج: جب انسان کو غصہ آئے تو اسے ایسے اسباب اختیار کرنا چاہئے جس سے غصہ ٹھنڈا اور دور ہوجائے احادیث نبویہ میں اس کے مختلف علاج بیان فرمائے گئے ہیں۔
۱- جب غصہ آئے تو "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھنا چاہئے کیونکہ غصہ شیطانی اثر ہے اور جب شیطان سے پناہ مانگی جائے گی تو وہ اثر زائل ہوجائے گا۔
حضرت سلیمان بن صُردؓ فرماتے ہیں کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گالی گلوچ کرنے لگے اور ہم لوگ آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو غصے کی حالت میں گالی دینے لگا اور غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا، آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ // بقیہ صفحہ 7 پر......

www.khanqah.in

مہلک روحانی اَمراض۔طمع،حرص اور شہوت

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی۔مدظلہ العالی

نوجوانوں کے نام- 6

شیر کی غذا

ہم نے ایک مرتبہ شیر کوخوراک ڈالنے والے بندے سے پوچھا کہ بھئی آپ اس کو کتنے دنوں بعد گوشت ڈالتے ہیں؟ ہمارا خیال تھا کہ وہ دن میں دو دفعہ ڈالتا ہوگا۔وہ کہنے لگا کہ جی اس کو سات دن کے بعد کھاتا ہے۔ اللہ اَکبر!! وہ سات دن میں ایک مرتبہ کھاتا ہے، شیر کہلاتا ہے۔ہم دن میں تین مرتبہ کھاتے ہیں۔نتیجہ کیا ہوگا؟ Over Eating (بسیار خوری) کے مریض،معدے پر بوجھ زیادہ،گیس کا پرابلم زیادہ،جسم میں چربی زیادہ، چنانچہ درمیان میں سے میری طرح موٹے ہوجاتے ہیں۔جسم بے ڈھنگا،یا تو کھائیں اور پھر ورزش کریں،تاکہ کیلوریز جل جائیں،اگر ورزش والا کام نہیں تو کھانے میں احتیاط کرنی چاہیے۔

جسمانی صحت کا اَصول

کہتے ہیں ایک مرتبہ عیسائی طبیب مسلمان حاکم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ بتاؤ کہ تمہاری کتاب میں کوئی جسمانی صحت کے بارے میں بھی کوئی باتیں لکھی ہوئی ہیں یا نہیں۔کہا،بالکل لکھی ہوئی ہے،کونسی؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کلو واشربو ولاتُسرفوا۔کھاؤ پیو مگر اسراف زیادہ نہ کرو۔کھانے پینے میں اعتدال کے ساتھ کھاؤ۔اس نے کہا: یہ تو ایسا اصول ہے کہ انسان اگر اس کے اوپر عمل کرے تو زندگی میں کبھی بیمار ہی نہیں ہوسکتا۔پھر اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے پیغمبر علیہ السّلام نے بھی کوئی کلام کیا ہے؟ کہنے لگے: ہمارے پیغمبر علیہ السّلام نے کلام کیا کہ ''معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے،جسم کو وہ دو جس کی اس کو ضرورت ہے اور پرہیز علاج سے بہتر ہے۔''

ایک فقرہ میں تین باتیں کہیں،معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے،یعنی جو ہم کھا رہے ہیں،وہ معدہ میں جارہا ہے،تو تمام بیماریاں ہمارے کھانے ہی کی وجہ سے ہوئی ہیں۔زیادہ کھانے کی وجہ سے انسان کو بیماریاں ہوتی ہیں یا ناموافق غذا کھانے بیماریاں ہوتے ہیں۔اس لئے جو چیز نقصان دہ ہو وہ چیز جسم کو دینا نفس کا حق ادا نہ کرنے کے مترادف ہے۔اگر ایک بندے کو بلڈ پریشر کی وجہ سے نم کو منع کردیا، اَب نمک سے منع ہونا اس کیلئے ضرورت ہے۔ورنہ وہ اپنے نفس کا حق ادا کرنے والوں میں شامل نہیں ہوگا،اور تیسری بات فرمائی کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے جب اس نے یہ بات سنی تو وہ عیسائی کہنے لگا کہ بس تمہارے خدا اور پیغمبر علیہ السّلام نے اَب دنیا کے طبیبوں کیلئے باقی کچھ چھوڑا۔

حکیم صاحب کی ناکامی

ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں ایک حکیم صاحب آگئے۔کئی دِن انتظار میں رہے کہ کوئی آئے گا تو اس کا علاج کروں گا کوئی آیا ہی نہیں۔نبی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اے اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم! میں تو یہاں آیا تھا کہ یہاں حکیم تو ہے کوئی نہیں۔لہٰذا میری دُکان خوب چلے گی، خوب پریکٹس چل پڑے گی۔یہاں تو کوئی آتا ہی نہیں۔نبی علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہاں بیماریاں کم ہیں،اسلئے کہ یہ لوگ اس وقت کھاتے ہیں جب سخت بھوک ہوتی ہے اور ابھی تھوڑی سی بھوک باقی ہوتی ہے کہ کھانا بند کردیتے ہیں۔پیٹ کو خالی رکھتے ہیں۔اسلئے ان کو بیماریاں نہیں ہوتیں اسی لئے آپ کے پاس بھی نہیں آتے۔ اس چیز کو آزما کر دیکھ لیں کہ کھائیں اس وقت کہ جب بھوک ہو، ہم بھوک کی وجہ سے نہیں کھاتے،ہم عادتاً کھاتے ہیں،صبح ناشتے کا وقت ہوگیا،بھوک ہے یا نہیں ہم نے کھانا ہے۔دوپہر کا وقت ہوگیا،بھوک ہے یا نہیں،ہم نے کھانا ہے،رات کا وقت ہوگیا عادتاً کھانا ہے تو ایک تو عادتاً کھاتے ہیں دوسرا جب کھاتے ہیں تو ضرورت سے زیادہ کھاتے ہیں۔اسلئے اکثر کہتے ہیں کہ جی آج زیادہ کھالیا،اُوَر ایٹنگ ہوگئی ہے۔

بسیار خور نسیان کا مریض ہوتا ہے: آپ ذرا کم کھانے کی عادت ڈالنا شروع کردیں۔ایک ایک لقمہ کم کرتے جائیں،آپ دیکھیں گے کہ بہت تھوڑا کھاکے بھی آپ ہلکے پھلکے رہیں گے اور آپ کی طبیعت کے اندر ہشاش بشاش کی کیفیت رہے گی اور اس کا بڑا فائدہ یہ کہ کم کھانے کی وجہ سے انسان کا دماغ ایکٹو رہتا ہے،دماغ نہیں سوتا،بھولنے کا مرض نہیں ہوتا۔انسان بڑا فٹ ہوتا ہے اپنی بات کو سمجھانے میں اور دوسرے کی بات سمجھنے میں اس کی میموری تیز ہوجاتی ہے۔اس لئے طلباء کو چاہیے کہ وہ بھی اعتدال کے ساتھ کھانا کھائیں تاکہ ان کو بھولنے کی مرض نہ ہو۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اِسلام کی نظر میں

حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۔5

ابوحنظلہ۔کولگام

عہدِ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم

عہدِ فاروقیؓ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دَور صرف دوسال تین ماہ دس دِن پر مشتمل تھا۔اسلئے جولانی طبع کے جوہر دکھانے کا صحیح موقع عہد فاروقی میں آپ رضی اللہ عنہ کو ملا۔فتح مرج کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کے ساتھ شام کے مضبوط قلعہ حیدا عرفہ،جبیلی ،اور بیروت کی تسخیر کیلئے پیش قدمی کی۔عرفہ کے قلعے کو فتح کرنے کیلئے حضرتِ اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جان جوکھوں میں ڈال دی اور ان قلعوں کی فتح نے حضرت عمرؓ کو بہت متاثر کیا۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خوش ہوکر آپ رضی اللہ عنہ کو اُردن کا گورنر مقرر کردیا۔قبل ازیں جو علاقے رومیوں کے قبضے میں چلے گئے تھے،آپ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ چھین لئے اور وہاں اسلامی شان وشوکت کا پھریرا لہرایا۔

☆ ''چودہ سوسالہ اسلامی تاریخ میں پرتگال سے لے کر چین تک پھیلی ہوئی وسیع وعریض حکومت جو ۶۴ لاکھ ۱۵ ہزار مربع میل کے رقبہ کو محیط تھی،قریباً بیس سال تک صرف حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دَور میں قائم ہوئی''۔

حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت اور اجماعِ امت

ربیع الاوّل ۴۱ھ نہر دُجل' کے کنارے واقع موضع ''مسکن'' میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔صلح کا مختصر ساخاکہ ملاحظہ ہو:۔

لڑائی کے بعد سیدنا اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک سال کا عرصہ گذرا ہوگا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ایک باغی ابن ملجم کے ہاتھوں شہید ہوکر فردوسِ بریں میں پہنچ گئے،تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وقت رحلت قریب تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو وصیت کی: بیٹا معاویہؓ کی اَمارت قبول کرنے سے اِنکار نہ کرنا......ورنہ باہم کشت وخونریزی دیکھو گے۔'' (تاریخ ابن کثیر جلد ۸/۱۳،ازالۃ الخلفاء: ۲۸۳،ابن الحدید شیعی جلد ۲/۸۳۶)

چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کی نصیحت پر عمل کیا۔جب شیعان علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے لڑنے کیلئے زور دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ''میرے والد مجھ سے فرماچکے ہیں،معاویہؓ ایک دِن خلیفہ ہوکر رہیں گے،خواہ ہم کتنی ہی بڑی فوج لے کر ان کے مقابلے میں نکلیں پر یہ غالب رہیں گے کیونکہ منشاء خداوندی کو ٹالا نہیں جاسکتا۔'' (حضرت معاویہؓ شخصیت وکردار،از حکیم محمود ظفر) امیر المؤمنین حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ بات سبائیوں کو پسند نہ آئی،وہ آپ رضی اللہ عنہ کے دُشمن ہوگئے،اور کھلم کھلا آپ رضی اللہ عنہ کو کافر اور مذلل المؤمنین کہنے لگے یہاں تک کہ مدائن میں آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا،خیمہ لوٹا اور آپ رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا۔ملا باقر مجلسی کی زبانی یہ کہانی ملاحظہ ہو:

''جب امام حسن کو نیزہ مارا گیا تو آپ زخم کی تکلیف سے کراہ رہے تھے اور ایک شخص زید بن وہب جہنی سے فرمارہے تھے کہ: ''واللہ معاویہ خیر لی من ھولاء یزعمون انھم لی شیعۃ ابتغو اقتلی وانتھو اثقلی واخذو مالی''۔

بخدا میں معاویہؓ کو اپنے لئے ان لوگوں سے بہتر سمجھتا ہوں جو اپنے کو میرا شیعہ کہتے ہیں۔انہوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا۔میرا خیمہ لوٹا میرے مال پر قبضہ کیا۔

معلومات کا ذخیرہ کیجئے

س: آنخضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی اور پہلے کس نے پڑھی؟

ج: حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جنازے کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی گئی بلکہ علیحدہ علیحدہ پڑھی گئی،چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آپ کے آخری وقت میں معلوم کیا تھا کہ آپ کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا تو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ جب غسل،کفن سے فارغ ہوجاؤ تو میرا جنازہ قبر کے قریب رکھ کر ہٹ جانا،اول ملائکہ نماز پڑھیں گے پھر تم گروہ در گروہ آتے جانا اور نماز پڑھتے جانا اور اوّل اہل بیت کے مَرد پڑھیں گے پھر اُن کی عورتیں پھر تم اور لوگ ہم نے عرض کیا کہ قبر میں کون اُتارے گا،آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا،میرے اہل بیت اور ان کے ساتھ ملائکہ ہوں گے۔(نشر الطیب:۲۰۳)

س: آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبر مبارک کس نے کھودی اور کیسے کھودی؟

ج: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بغلی قبر کھودی۔(ترمذی:۱/۱۲۴)

چند آسان دَرود: ﴿وَصلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیّ﴾ ﴿بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلامُ﴾

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

سوال: قرآن کے حکم کے مطابق معاملات میں وصیت بھی ہے اور دَین بھی ہے، اسلامی طرزِ تقسیم وراثت میں اِن دونوں اصطلاحوں کو تفصیل سے وضاحت چاہتا ہوں، نیز اسلامی معاشرہ اور موجودہ معاشرہ میں اِن دونوں اصطلاحوں کو عملانے سے کیا اثر رہے گا؟

محمد شعبان بٹ۔ نیوہ پلوامہ

جواب: حامداً و مصلیاً۔ کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنے وارثوں کو یہ کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں فلاں کام کر دینا، مثلاً میری طرف سے اللہ کی رضا و خوشنودی کے واسطے مسجد شریف بنوا دینا، کوئی دینی ادارہ قائم کر دینا، یا میرے مرنے کے بعد محتاج و مساکین میں اتنے روپے تقسیم کر دینا، یہ چیز وصیت کہلاتی ہے۔ ''ھی تملیك مضاف الی ما بعدالموت''

(الدّر مع الرّد جلد۵/۵۸۴)

شروع اسلام میں جب وارثین کے حصّے متعین نہیں کئے گئے تھے، تو اس وقت مرنے والوں کیلئے وصیت کرنا فرض تھا، ''کُتب علیکم اِذا حضر احدکم الموت ان ترک خیراً الوصیة'' (سورۂ بقرہ) اس آیت کریمہ میں اس چیز کو بیان کیا گیا ہے، جب وارثین کے حصّے شریعت نے متعین فرمادیئے۔ ''یوصیکم الله فی اولادکم للذّکر مثل حظّ الاُنثیین'' (سورۂ نساء) کے تیرہویں رکوع میں وارثین کا مفصّل تذکرہ قرآن نے فرمایا، اور اُن کے حصے کو متعین فرمادیا تو اب مرنے والوں کے ذمہ وصیت کرنا فرض نہیں رہا، اب فرض نہیں بلکہ مستحب ہے، ہاں علماءِ ظواہر کے یہاں آج بھی وصیت کرنا فرض ہے، وصیت کے مستحب ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وصیت کر کے مرنے والوں کے حق میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ وصیت کرنے والا، راہِ مستقیم اور تقویٰ و شہادت پہ مرتا ہے۔ ''عن جابرؓ قال، قال رسول الله ﷺ من مات علی وصیة مات علیٰ سبیل وسنةٍ ومات علی تقی وشهادة ومات مغفوراً''

(رواہُ ابن ماجہ، مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۲)

☆ وارثین کیلئے وصیت جائز نہیں، اِلّا یہ کہ باقی سب وارثین اس وصیت کو نافذ قرار دیں، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ''لاوصیة لوارث الاّ ان تجیزہ الورثة'' (جصّاص و ترمذی شریف)

☆ جس شخص کے ذمہ دوسرے لوگوں کے حقوق وابستہ ہوں، مثلاً کسی نے کسی سے قرض لے رکھا ہے، یا کسی کی امانت اس کے پاس ہے، تو مرنے والے یہ صاحبِ حق کے حق کے واسطے وصیت کر جانا واجب و ضروری ہے، وہ اپنے وارثین کو وصیت کر جائے کہ میر ذمہ فلاں فلاں کے حقوق وابستہ ہیں، میرے مال میں سے ان کے حقوق ادا کر دیے جائیں، ''والوصیة اربعة اقسام واجبة کالوصیة بردّ الودائع والدّیون المجهولة'' (شامی جلد۵/۸۵۴)

☆ متوفی کی وصیت صرف اس کے ثلث مال میں نافذ ہوگی، اِلّا یہ کہ سارے وارثین برضا و رغبت سارے مال کے اندر وصیت کو نافذ کر دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں بیمار ہوا تو اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم میری عیادت کیلئے تشریف لائے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تو وصیت کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا ، ہاں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کتنے مال کی وصیت کا تم نے ارادہ کیا ہے، میں نے عرض کیا اللہ کی راہ میں سارا مال صَرف کر دینے کی وصیت کا ارادہ کیا ہے، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم نے اپنی اولاد کیلئے پھر کیا چھوڑا ہے، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم وہ خود خوشحال ہیں ہمارے مال کی ان کو ضرورت نہیں، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا، اور فرمایا ''اَوْصِنْ بِالثُّلث'' صرف تہائی مال کے اندر وصیت کرو۔

(ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۲، الدر مع الرّد جلد۵/۶۴۰)

☆ اگر کسی نے اپنے ثلثِ مال کی وصیت کی اور اپنی ہی زندگی میں اس وصیت سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو رجوع کر سکتا ہے، یا اپنی وصیت میں کوئی تبدیلی کرنا چاہتا ہے تو تبدیلی بھی کر سکتا ہے۔ (جصّاص)

☆ کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں وصیت کر جاتے ہیں کہ میری نماز جنازہ فلاں آدمی پڑھائے یا مجھے مرنے کے بعد کسی مخصوص جگہ منتقل کر دیا جائے، یا مجھے کفن کے اندر فلاں قسم کا کپڑا دیا جائے یا میری قبر کی مٹی وغیرہ کے ذریعہ لیپ کی جائے، یا میری قبر پر قبہ لگایا جائے، یا میری قبر کے پاس آ کر کوئی آدمی قرآن پڑھا کرے، تو اس طرح کی وصیت باطل ہے، شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ''اوصیٰ بان یصلّی علیه فلان اویحمل بعدموتہٖ الی بلدآخر اویکفّن فی ثوب کذا الی الخ''

(الدّر مع الرّد جلد۵/۱۷۴)

☆ حرام اور ناجائز چیز میں روپیہ صرف کرنے کی وصیت اگرچہ ثلث مال میں بھی کیوں نہ ہو، وارثین کیلئے اس کی تنفیذ جائز نہیں، اگر وارثین نے اس وصیت کو نافذ کیا تو وہ عنداللہ گناہ گار ہوں گے۔

☆ علمائے فرائض و میراث نے لکھا ہے کہ مرنے والوں کے ساتھ چار طرح کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں۔ (۱) سب سے پہلے مرنے والے کے مال میں سے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جائے گا، اس میں فضول خرچی یا کمی نہیں کی جائے گی۔ (۲) اگر متوفی مقروض فوت ہوا ہے، اس کے ذمہ لوگوں کے حقوق وابستہ ہیں تو اس کے ماںقی مال میں سے قرض کی ادائیگی کی جائے گی۔ (۳) مقروض نے اگر وصیت کی ہے تو اس کے ماںقی مال کی تہائی سے اس کی وصیت کو نافذ کیا جائے گا۔ (۴) پھر ماںقی مال کے وارثین کے درمیان ان کے حصّے کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ (درس سراجی صفحہ ۸)

☆ دَین اُدھار لین دین کو کہتے ہیں، شریعت میں ادھار لین دین اور معاملہ کرنا جائز ہے، قرآن پاک میں صریحاً یہ حکم آیا ہے کہ ''اے ایمان والو جب تم کسی مقررہ مدّت تک آپس میں معاملہ (لین دین) کرو تو اسے لکھ لیا کرو''۔ (البقرہ) ☆ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ادھار لین دین کیا جائے تو اس میں مدّت کی تعین ضروری ہے، غیر معین مدّت کیلئے ادھار لین دین جائز نہیں۔ اور مدّت کی تعین بھی مہینہ اور تاریخ کے ساتھ کی جائے، تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہے۔ اور یہ مفضی الی النزاع نہ ہو جائے۔ (معارف القرآن جلد۱/۴۲۶) ☆ ادھار لین دین کو لکھ لینا مستحب ہے، واجب نہیں، فاکتبوہ یہ امر ارشاد (راہنمائی) کیلئے ہے وجوب کیلئے نہیں۔ (حاشیہ جلالین/۴۴)

☆ اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ متوفی کے ذمہ دین یا لین دین ہے تو اس کے مال میں سے اس کو چکایا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ: مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ العالی

آلاتِ موسیقی کی خرید و فروخت ناجائز

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔ مدظلہ العالی

سوال: آلاتِ موسیقی کا استعمال اور اس کی خرید و فروخت کے جواز کے بارے میں شریعت کا اصول کیا ہے؟

جواب: وبالله التوفیق۔ آلاتِ موسیقی سے لذّت اندوز ہونا اور گانا بجانا ناجائز اور حرام ہے۔ احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں، اسلئے یہ تو ظاہر ہے کہ یہ اَسباب معصیت ہیں، ایسے آلات کے سلسلے میں فقہاء نے یہ اصول بتایا ہے کہ بعینہٖ ان آلات کا خریدنا اور بیچنا جائز نہیں، البتہ ایسی چیزوں کا بیچنا دُرست ہے جو ترمیم و تبدیلی کے بعد آلات معصیت بن جاتے ہوں، مثلاً بانسری کا بیچنا دُرست نہیں ہے لیکن لکڑی کا بیچنا جائز ہے جس سے بانسری بنائی جا سکے۔ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: ''وعلم من هذا انه لایکره بیع مالم .... والخشب ممن یتخذ منه المعازف'' (ردّ المحتار، کتاب الکراهة فصل البیع) اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز کی بیع مکروہ نہیں ہے جس (کی ذات) سے معصیت نہ ہو۔ مثلاً گلوکار باندی، سینگ مارنے والا (تربیت یافتہ) مینڈھا، تیز اڑنے والی کبوتری، پھلوں کے رَس اور وہ لکڑی جس سے بانسری بنائی جاتی ہے۔''

اور خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے: ''ولواجر نفسه من ذی لیعصرله فیتخذخمرا یکره لقوله علیه الصلوٰة والسّلام لعن الله فی خمر عشرا............ لاباس ببیع العصیر ممن یتخذه خمراً وعندهما یکره'' (خلاصة الفتاویٰ جلد۴/۳۴۶ کتاب الکراهة)

''اگر کسی ذمی کے پاس مزدوری کرے تا کہ اس کے لئے رَس نچوڑے کہ اس کی شراب بنائی جائے تو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اِرشاد کی وجہ سے مکروہ ہوگا کہ شراب میں (اس کے متعلقات سمیت) دَس آدمیوں پر خدا کی لعنت ہے اور اگر گرجا میں کام کرنے کیلئے ملازم ہوگا تو کوئی حرج نہیں اسلئے کہ کام بذات خود معصیت نہیں ہے .... اور امام سرخسی کی کتاب الاشر میں ہے کہ ایسے رَس کی بیع میں کوئی مضائقہ نہیں جس سے شراب بنائی ہے۔ ہاں صاحبین کے یہاں مکروہ ہے۔'' فقط واللہ اعلم بالصواب

فیشن کی قسم ہیں اپنے چاند تارے نوجوان
ہر جگہ ہر موڑ پر فلمی ستارے نوجوان
میں نے ایک دیکھا تھا خواب انقلاب آ گیا
تعبیر ڈھونڈی تو میں نے پائے غم کے مارے نوجوان
بے ظرف او رب ہنر رکھنا نہ اُن کو اے خُدا
ڈوبتی کشتی کے ہیں بس کنارے نوجوان
اے بزرگانِ وطن آگے ذرا اَب آیئے
کیا نہیں ہیں آپ کی آنکھوں کے تارے نوجوان
حیدری جذبات پھر ان کے اندر بیدار ہو
پاؤگے اِن کو پھر نہیں ٹوٹے ہارے نوجوان
کردار میں ، گفتار میں جب ہو مثالی نوجوان
انسانیت کی بگڑی صورت کو سنوارے نوجوان
انسانیت کی دُکھتی آگے کو چھیڑ کر ملے گا کیا
کھلے دِل سے سوچ لے کہ کیا ہیں ہمارے نوجوان
نعرہ بازی نے انہیں انوؔر صرف اتنا دیا
سازشوں کے جال میں آئے سارے نوجوان

(انور کولگامی)

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین و مراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

www.khanqah.in

احساسِ کشمیر یا زوالِ کشمیر

گذشتہ سے پیوستہ

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور پاک ﷺ کی بعثت کے اہم مقاصد میں سے ایک آلات موسیقی کو حرام قرار دینا اور دنیا سے نیست و نابود کردینا ہے۔ نیز ڈھول باجے کی آواز ایسی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوتی ہے اور اس سے اللہ تبارک و تعالیٰ اتنے ناراض ہوتے ہیں کہ کبھی اس گناہ میں ملوث افراد کو دنیا ہی میں عذاب دے دیتے ہیں اور یہ عذاب کوئی معمولی قسم کا عذاب نہیں ہوتا بلکہ یہ وہی عذاب ہے جو ہم سے پہلے فاسق و فاجر اور اللہ کے نافرمان قوموں پر نازل کیا گیا اور ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی آہ و بکا کے صدقہ طفیل ہمیں اس کے اجتماعی وقوع سے محفوظ رکھا گیا ہے تاہم یہ عذاب انفرادی طور پر اب بھی واقع ہوتا ہے اور یہ عذاب زمین میں دھنسانا اور صورتوں کا بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کرنا ہوتا ہے۔ (اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے)۔ اس میوزک کنسرٹ کا انعقاد کرنے والے اور اس میں شمولیت اختیار کرنے والے اسی طرح اس میں کسی بھی طرح سے حصہ لینے والے ذرا ان وعیدوں پر غور و فکر کریں کہ اگر کہیں اسی کنسرٹ کے دوران ان پر اللہ کے اس عظیم عذاب کا قہر نازل ہوجاتا تو ان کا مسلمانوں کے نام سے موسوم ہونا اور کبھی کبھی اللہ عز و جل کے سامنے ماتھا ٹیکنا اور بزرگوں کے قبروں پر چڑھاوے چڑھانا کس کام آتا۔ یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔

اس میوزک کنسرٹ پر اپنا درد دل تحریر کرتے ہوئے ایک واقعہ یاد آیا کہ کچھ ہفتے پہلے راقم کی نظر ایک خوشنما لیبل والی کتاب ''ڈپریشن کا علاج'' پر پڑی، لکھنے والا مسلمان، معاونین مسلمان، شائع کرنے والا ادارہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے والا مسلم ادارہ، مسلمانوں سے زکوٰۃ صدقات اور دیگر اخراجات وصول کرکے غریب مسلمانوں پر خرچ کرنے کا دعویٰ کرنے والا یہ ادارہ اور جب اس کتابچہ میں ڈپریشن کے علاج کی فہرست بیان کی تو دیگر غیر شرعی چیزوں کے ساتھ ایک عنوان ''موسیقیت'' کا بھی تھا اور موسیقیت کی کچھ ایسی مدح و ثنا کی گئی تھی کہ عام انسان کو اس کے منصوص من اللہ ہونے کا یقین ہوجائے۔

ہائے اللہ رحم فرما...... اس امت مرحومہ پر...... جس کام کو نبی پاک ﷺ نے قابل لعنت فرمایا، نفاق اور فساوت قلبی کا سبب بتایا۔ اب امت مسلمہ اسی کام کو ڈپریشن اور ٹینشن سے بچانے کا ذریعہ اور روحانی غذا کہہ رہی ہے اور جب علماء کرام اس بارے میں کچھ لب کشائی فرمائیں تو جواب ملتا ہے کہ ''یہ تو روحانیت ہے، ان ملاؤں کو کیا خبر'' (العیاذ باللہ)

جس طرح بخار زدہ بیمار کو ہر میٹھی چیز پھیکی، سانپ کے ڈسے کو ہر پھیکی چیز میٹھی اور پاگل کتے کو ہر تریاق زہر اور ہر زہر تریاق لگتا ہے بالکل اسی طرح آج اسلامی فکر اور روح اسلام سے دوری کے سبب امت مسلمہ ہر بری چیز کو بھلی اور ہر بھلی چیز کو بُری سمجھ رہی ہے بقول میر تقی میر ؂

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے بیٹے سے دوا لیتے ہیں

تاریخ اسلام کے عروج و زوال کے اسباب کو بیان کرتے ہوئے دانائے رازؒ فرماتے ہیں ؂

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سنان اول طاؤس و رباب آخر

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؂

میں نے دیکھا ہے کہ میوزک میں الجھ کر اکثر
تم نے اسلاف کی عزت کے کفن بیچ دیئے
نئی تہذیب کی بے روح بہاروں کے عوض
اپنی تہذیب کے شاداب چمن بیچ دیئے
چھوڑ یورپ کے لیے رقص بدن کے خم و پیچ
صلہ اس رقص کا ہے تشنگی کام و دہن
روح کے رقص میں ضرب کلیم الٰہی
صلہ اس رقص کا ہے درویشی و شہنشاہی

محترم قارئین! غور کرنے کا مقام ہے کہ حضور اقدس ﷺ تو آلاتِ موسیقی کی توڑ پھوڑ کو اپنا مقصد بعثت قرار دیں اور امت کا یہ حال ہو کہ اس کے دل سے اس کی نفرت ہی نکل جائے بلکہ اس کی محبت آجائے اور ذکر و تلاوت اور گانے بجانے کی آوازیں اس کی محفلوں میں گڈمڈ ہوجائے تو اسے بیماریٔ دل کا آخری درجہ سمجھنا چاہیے کیونکہ کسی بھی بیماری کا خطرناک اور آخری درجہ یہ ہوتا ہے کہ بیمار انسان بیماری کو کوئی بیماری ہی نہ سمجھے۔ اسی طرح گناہ کا آخری اور مہلک درجہ یہ ہے کہ انسان گناہ تو کرے لیکن گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھے۔ ایسے شخص کو اکثر توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے توبہ تو اسی وقت کرے گا جب اپنے آپ کو گناہ گار سمجھتا اور جب اپنے آپ کو گنہگار ہی نہیں سمجھتا تو توبہ کیسے کرے گا؟

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم علماء کرام سے رابطہ کرکے ان گناہوں کی فہرست طلب کریں جو گناہ تو ہیں لیکن ہم انہیں گناہ ہی نہیں سمجھتے تاکہ اگر ہم ان گناہوں میں ملوث ہوں تو توبہ کی توفیق مل جائے ورنہ آنکھیں بند ہوجانے کے بعد ان گناہوں کے احساس کا کیا فائدہ ہے۔

اسی طرح اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنے حال سے رشتہ توڑ کر اپنے ماضی سے رشتہ جوڑ لیں۔ کیونکہ امت مسلمہ اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتی جب تک کہ اپنے اسلاف یعنی صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین اور اولیاء کرام سے مضبوط اور مسلسل رشتہ استوار کریں۔ الخیر فی اتباع السلف و الشر فی ابتداع الخلف۔ اللہ ہمیں سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

مولویت یہ ہے......؟؟!!!

محمد انعام قاسمی

یہ دُنیا تضادات کا مجموعہ ہے، یہاں بلندی ہے تو پستی بھی ہے، سیاہ ہے تو سفید بھی ہے، گرمی ہے تو سردی بھی ہے، بہار ہے تو خزاں بھی ہے، پھول ہیں تو کانٹے بھی ہیں، دِن ہے تو رات بھی ہے، سنگ ہے تو موم بھی ہے، صدق ہے تو کذب بھی ہے، مومن ہیں تو کافر بھی ہیں، صالح ہیں تو فاسق بھی ہیں، جاہل ہیں تو عالم بھی ہیں، داعی الی الخیر ہیں تو داعی الی الشر بھی ہیں۔

ان اضداد کی حکمت اور فلسفہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ایک ضد کی پہچان اور قدر و قیمت اسی وقت ہوتی ہے جب اس کی دوسری ضد موجود ہو جیسے عربی کا محاورہ ہے کہ ''تعریف الاشیاء باضدادھا'' اشیاء کو ان کی ضد سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر دُنیا میں غریبی کا وجود نہ ہوتا تو امارت کی قدر نہ ہوتی، اگر بھوک کا نام و نشان نہ ہوتا تو شکم سیری کی قدر کون کرتا، اگر خزاں نہ ہوتی تو پھولوں کی توقیر کیسے ہوتی، اگر بیماری نہ ہوتی تو صحت کی قیمت کون جانتا، اگر موت نہ ہوتی تو زندگی کی حفاظت کون کرتا، اگر جہالت نہ ہوتی تو حصولِ علم کیلئے انسان مشقت کیوں اُٹھاتا۔

پس جب زمین کی پشت جاہلوں سے خالی نہیں تو ضروری ہے کہ علماء بھی موجود ہوں، جب دُنیا میں ضلالت و گمراہی کی طرف بلانے والے موجود ہیں تو ضروری ہے کہ حق و صداقت کی دعوت دینے والے بھی ہوں۔

جب وسوسے ڈالنے والے اور شکوک و شبہات پیدا کرنیوالے بہت ہیں تو ضروری ہے کہ شکوک و شبہات کے کانٹے نکال کر دلوں میں ایمان و یقین پیدا کرنیوالے بھی ہوں۔

جب فرعون اور قارون کے وارثوں سے دُنیا خالی نہیں تو ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے وارثوں سے بھی بزمِ جہاں خالی نہ ہو بلکہ میرا دعویٰ ہے کہ دُنیا میں کسی چیز کا وجود اتنا ضروری نہیں جتنا کہ علماءِ حق کا وجود ضروری ہے، دُنیا اور آخرت کی کامیابی کے لئے بھی علماء کا وجود ضروری ہے، اور دُنیا کی بقاء کیلئے بھی علماء کا وجود ضروری ہے۔

آپ ایک لمحے کیلئے سوچیں کہ اگر علماءِ حق نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دین کسی کا محتاج نہیں لیکن یہ عالم اسباب ہے یہاں ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہے، ہر معلول کی علت ہے، ہر اثر کا کوئی مؤثر ہے، تو اس عالم اسباب کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ: اگر علماء نہ ہوتے تو نبی کے ورثا اور خلفاء نہ ہوتے، اگر علماء نہ ہوتے تو اولیاء اور اتقیاء نہ ہوتے، اگر علماء نہ ہوتے تو قرآن و سنت کے تراجم و تفاسیر نہ ہوتیں، اگر علماء نہ ہوتے تو عوام عقائد و عبادات اور حلال و حرام کے مسائل سے غافل رہتے، اگر علماء نہ ہوتے تو ملحدوں اور بدعتیوں کو دین میں تحریف سے روکنے والا کوئی نہ ہوتا، اگر علماء نہ ہوتے تو خودسر شاہوں کو شریعت میں ہیر پھیر سے روکنے والا کوئی نہ ہوتا، اگر علماء نہ ہوتے تو اکبر جیسے سرپھروں کو دین اکبری کے ایجاد کرنے سے کون روکتا۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کوئی فتنہ رونما ہوا، جب کبھی اسلام میں تحریف کرنے کی کوشش کی گئی، علماء حق نے اس کی سرکوبی کیلئے تن من دھن کی بازی لگادی۔

وہ بھوکے پیاسے تو رہے، انہوں نے طعنے اور گالیاں سنیں، انہیں جیل کا کالی کوٹھڑیوں میں بھی جانا پڑا، انہوں نے اپنی پیٹھ پر کوڑوں کی ضربات بھی سہہ لیں، وہ مرحلہ دار و رسن سے بھی گذرے، انہوں نے اپنے اعضاء اور گردن کو کٹوانا بھی منظور کرلیا لیکن: ''انہوں نے کسی ملحد اور بے دین کو کسی جابر اور ظالم حکمران کو شریعت کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ حکم میں بھی تحریف کی اجازت نہ دی۔

ان علماء کا یہ احسان عظیم کیا کم ہے کہ آج کے گئے گزرے دَور میں بھی جبکہ دین کا کوئی قدر شناس نہیں اور اہل علم کی قدر و منزلت نہیں وہ پھر بھی دین کی شمع کو روشن کئے ہوئے ہیں، اور مدارس کو آباد کئے ہوئے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ بعض علماءِ سوء بھی ہیں جو علم کے نام پر دھبہ ہیں، جن کا کام سوائے ضمیر فروشی کے کچھ نہیں، جو کتمانِ حق بلکہ تحریف حق سے بھی باز نہیں آتے، جن کی زندگی ہر حکمران کی کاسہ لیسی میں گزر جاتی ہے، جو چند ٹکوں کے عوض نقد ایمان کا سودا کرلیتے ہیں، جو کہتے کچھ اور کرتے کچھ اور ہیں۔

افسوس صد افسوس کہ آج کل بعض ایسے ہی نام نہاد مولویوں کی غلط حرکتوں کی وجہ سے بعض لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ: مولویت ایک پیشے کا نام ہے، مولویت لوگوں کے ٹکڑوں پہ پلنے کا نام ہے، مولویت تیجے، دسویں اور چالیسویں کھانے کا نام ہے، مولویت ساتے اور جمعراتے کا نام ہے، مولویت قبروں کی مجاوری اور نذرانوں کے کاروبار کا نام ہے، مولویت مالداروں کی چاکری کا نام ہے۔

مگر! میں علماءِ حق کے تاریخی کردار کی بنا پر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ: مولویت نبی کی وراثت کا نام ہے، مولویت صحابہؓ کی خلافت کا نام ہے، مولویت پیامِ نبوت کا نام ہے، مولویت خدا کے دین کی خلافت کا نام ہے، مولویت صداقت و حقانیت کا نام ہے، مولویت ناموسِ رسالتؐ اور ناموسِ صحابہؓ کی حفاظت کا نام ہے، مولویت سعید بن جبیر کی عزیمت کا نام ہے،//

بقیہ صفحہ 7 پر...........

www.khanqah.in

مُسلم معاشرہ پر مغربی یلغار

حافظ مشتاق احمد۔مہی پورہ

تعلیم وتعلّم انسان کا وہ فطری جوہر ہے جس سے قوموں کو سر بلندی حاصل ہوتی ہے، اسی سے قومیں عروج وارتقاء کی منزلیں طے کرتی ہیں، اوراسی کے نہ ہونے کی صورت میں ذلت وپستی میں جا گرتی ہیں، زمانہ قدیم سے اب تک ہر قوم کا یہی سرمایہ افتخار رہا ہے، اسلام سے پہلے اگرچہ اقوامِ عالم میں مذہبی علوم ناپید تھے مگر ان میں علمی ذوق موجود تھا، یہی وجہ تھی کہ مختلف اقوام کی متفرقانہ موشگافیوں سے روم ویونان میں علم طب اور حکمت وفلسفہ کا غلغلہ تھا۔

موجودہ اکیسویں صدی جو کہ محیر العقول تحقیقات واکتشافات کی صدی کہلاتی ہیں، اورآئے دِن انسان نئ کھوج نئ تحقیق اور نیا تصور دُنیا کے سامنے لارہے مگر مقام حیرت ہے کہ انسانی زندگیوں میں راحت وسکون ندارد ہے ظاہر ہے کہ موجودہ دَور کا سائنسی انقلاب مذہب سے عاری اور مادیت پسندوں کی شناخت بن کر رہ گیا ہے، تعقل پسندوں نے اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کردی ہے موجودہ دَور کے آلام ومصائب اور پُر آشوب واقعات نے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ اسلام کے دَم بھرنے والے میدان عمل میں آئیں اور قیادت وسیادت کا مذہبی فریضہ انجام دیں جس کیلئے حاملین اسلام کو اولاً ان ہی زندگیوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ یہ دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ اسلامی معاشرہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے جہاں خارجی فتنوں کا بازار گرم ہے وہیں داخلی سطح پر بھی اس کی مضبوط بنیادوں کا استیصال خود اپنے ہی ہاتھوں ہورہا ہے، ہمارے اخلاق، عادات واطوار ناقابل بیان ہیں جس کے سبب اغیار بھی برگشتہ نظر آتے ہیں، مجموعی طور پر ہمارا معاشرہ زوال وانحطاط کا شکار اور زبوں حالی وبدحالی سے دوچار ہے، باہمی سینہ زوری، بغض وعناد، حسد وجھوٹ وغیرہ جیسے امراض مسلم معاشرہ میں سرایت کرتے جارہے ہیں، افتراق کا یہ عالم ہے کہ قرآن وحدیث وحدیث کی صریح تعلیمات اور دُنیاوی مفادات کی یکسانیت بھی آج انہیں یکجاو ہم آہنگ ہونے سے قاصر معلوم ہوتی ہے۔ فرقہ پرستی اور بے جا شخصی اقتدار نے اسلامی ذہن ودماغ کو ہلا کر رکھ دیا ہے اس کا مرکزی عنصر دین سے بے زاری اور اسلامی تعلیمات سے سر مو انحراف ہے بلکہ صورتحال یہ ہے کہ مشرّع طبقہ کو مطعون نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، اس اَمر کی سنگینی اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب اسلامی لباس میں بیٹھے کچھ ناعاقبت اندیش جدید اجتہاد اور نام نہاد فلسفہ پیش کرتے ہیں، ابھی چند مہینے قبل ایک فرقہ کا رہنما کا یہ بیان میڈیا کی دُنیا میں چھایا رہا کہ: ''موجودہ دَور میں مدارس اسلامیہ اور یہاں کا نصاب تعلیم عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے لہٰذا مدارس کے بجائے کالجز اور یونیورسٹیوں کو اہمیت دی جائے اور مسلم معاشرہ کو جھولا چھاپ مولویوں سے چھٹکارا دلایا جائے''۔ یہ بیان کسی سیاستدان اور سیکولر دانشور کا نہیں بلکہ ایک روایتی اور مذہبی عالم دین کا ہے۔ ایسے ہی بیانات اور مختلف قسم کے مضامین جو اصل میں مسلمانوں کے دِلوں میں اسلام کی اصل پہچان کو مٹانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یٰاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً......''

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ۔ مراد یہ ہے کہ اسلام اس طرح مانو کہ آپ پورے طور پر ظاہری اور باطنی دونوں طرح اسلام میں مدغم ہوجاؤ۔ ایسا نہ ہو ظاہری طور پر اسلام دکھاتا پھرتا ہو لیکن اندر سے اسلام کو اپنے اوپر ظلم اور جبر سمجھتا ہو، اور ایسا بھی نہ ہو کہ باطن میں اسلام سے محبت اور ظاہر میں غیر مسلموں سے مشابہت رکھتا ہو، اس طرح کا مسلمان بننا اسلام اجازت نہیں دیتا کہ آدھا ادھر اور آدھا ادھر ہوجاؤ گے جیسا کہ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

حج بھی کیا کعبہ کا گنگا کا آشنا بھی
راضی رہے رحمٰن بھی اور خوش رہے شیطان بھی

یہ تو ممکن ہو نہیں سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بذریعہ قرآن یہ فرمادیا کہ ''قُلۡ یٰاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ'' اے رسول! کافر لوگوں سے کہہ دو کہ جن کی پوجا تم کرتے ہو میں اُن کی عبادت نہیں کرسکتا ہوں''۔

عبادت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ ''مَاۤ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ وَمَا نَہٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا'' جو چیز رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تم کو دے دیں گے وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں وہ روکے اس سے رُک جاؤ'' اور جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ تم غیروں کی مشابہت نہ کرو۔ تو ہمیں غیروں کی مشابہت سے بچنا چاہیے، مشابہت کا معنی صرف یہ نہیں کہ وہ لوگ بُت کے سامنے جھک جائیں، گھنٹی بجادیں، وغیرہ وغیرہ۔ اور ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ مشابہت یہ ہے کہ اگر غیروں نے کوئی چیز اپنائی صرف اس بنا پر کہ وہ اس چیز کو اپنے مذہب کے لحاظ سے اچھا سمجھ لیتے ہوں گے یا اسلئے اپنائیں تاکہ مسلمان لوگ اس میں مبتلا ہوکر دین سے دور ہوجائیں تو اس کو بھی مشابہت کہیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''مَنۡ تَشَبَّہَ بِقَوۡمٍ فَہُوَ مِنۡہُمۡ'' جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ کل قیامت کے دِن اُن ہی میں اُٹھے گا'' اور ایک حدیث شریف میں اس طرح کی روایت وارد ہے: ''کَمَا تَحۡیَوۡنَ تَمُوۡتُوۡنَ وَکَمَا تَمُوۡتُوۡنَ تُحۡشَرُوۡنَ'' جس طرح کی تم زندگی گزارو گے اسی حالت میں تم کو موت آجائے گی اور جس حالت میں تمہیں موت آجائے گی اُسی حالت میں تم کو قیامت کے دِن اُٹھایا جائے گا''۔

تو آپ خود اندازہ کیجئے کہ اگر ہم نے غیروں کی مشابہت اختیار کرکے ہاتھوں میں کڑا پہنا یا گلے میں کوئی دھاگا یا اس طرح کوئی چیز لٹکائی تو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بھی ایک طرح کی غیروں کی مشابہت ہے۔

اس وقت پوری دُنیا میں تمام مسلم دُشمن عناصر بڑے پیمانے پر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، جن میں خصوصاً یہود اور نصاریٰ ہیں، جن کے بارے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پہلے ہی پیشین گوئی فرمائی ہے کہ یہود مسلمانوں کے ازلی دُشمن ہیں، جب کہ جارج واشنگٹن نے بھی آج کئی برس قبل ایک بین الاقوامی سمنار میں ایک خطاب کے دوران کہا کہ ''میں تمام مذاہب کے لوگوں خاص طور پر مسلمان کو کہتا ہوں کہ یہود کے افکار وخیالات ہماری زندگی اور ہمارے مستقبل پر غالب آچکے ہیں، ہمارے دُشمنوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہیں، ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اُن سب حقائق کے باوجود ہم اُن کے استقبال اور آؤ بھگت میں حد درجہ اہتمام سے کام لیتے ہیں، یہود دراصل ایک ایسا کیڑا ہے جو ہمارے معاشرے کو زہر آلود کررہا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ آگے چل کر یہی اقوام متحدہ کے عدم استحکام اور اُس کے اَمن پسند پیغام کا روڑا بنے'' لہٰذا تمام افراد کیلئے خواہ اُن کا تعلق کسی بھی طبقہ یا مذہب سے ہو اور اُس میں بھی خاص طور مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دُشمنوں سے آگاہ رہیں، اُن کی حرکات وسکنات سے آگاہ رہیں''۔

اس لئے پوری دُنیا اس وقت صرف اسی فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ کس طرح مسلمان اپنے دین سے پھر جائیں اور اپنے اس مذہب یعنی اسلام سے دور ہوجائیں، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہم مسلمان جہاں کوئی نئ بات نیا فیشن دیکھیں چاہے اس فیشن کو صرف اس مقصد کیلئے رائج کیوں نہ کیا گیا ہو کہ مسلمان اس کو اختیار کرکے مرتد ہوجائے اور اس کو خبر بھی نہ ہو اور ہم نئے فیشن کو اختیار کرنا فخر سمجھتے ہیں!!

حضرت مولانا سجاد نعمانی صاحب نے ایک موقع پر اسی فیشن کے متعلق ایک لطیفہ سنایا ہے کہ ''ایک انگریز ہوٹل میں چائے پی رہا تھا اچانک اُسکے ہاتھ سے برفی کا ایک ٹکڑا گرا اور وہ چائے کے پیالے میں پڑا، ہم جیسے مسلمانوں میں سے وہاں ایک مسلمان بھی کھڑا چائے پی رہا تھا جب اُس نے یہ دیکھا تو اس نے بھی جیب سے دو روپے نکالے اور برفی خرید کر چائے کے پیالے میں ڈال دی، ہوٹل والے نے جب اُس سے کہا کہ یہ کیا کیا؟ تو جواب میں کہا کہ میں نے سمجھا کہ شاید فیشن بدلا۔

بقیہ: مولویت یہ ہے......؟

مولویت ابوحنیفہؒ کی فقاہت کا نام ہے، مولویت امام مالکؒ کی حق گوئی کا نام ہے، مولویت احمد بن حنبل کی استقامت کا نام ہے، مولویت امام ابن تیمیہؒ کی جرأت کا نام ہے، مولویت مجدد الف ثانی کی جہد مسلسل کا نام ہے، مولویت شاہ ولی اللہ کی بصیرت کا نام ہے، مولویت سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید کی شہادت کا نام ہے، مولویت قاسم نانوتویؒ کے علم وحکمت کا نام ہے، مولویت شیخ الہند کی غیرت کا نام ہے، مولویت مولانا محمد الیاس کی دعوت وتبلیغ کا نام ہے، مولویت عبید اللہ سندھی کی تڑپ کا نام ہے، مولویت حسین احمد مدنی کی عظمت اور شوقِ شہادت کا نام ہے۔ ہمارا روحانی رشتہ انہی بزرگوں سے ہے۔

ہم جب تک ان بزرگوں کا نام لیتے رہیں گے باطل کو للکارتے رہیں گے اور جب حق بات کہنے کی توفیق نہ رہے تو ان بزرگوں کا نام لینا بھی چھوڑ دیں گے تاکہ یہ بزرگ بدنام نہ ہوں۔

بقیہ: جواہر القرآن............

ما کنتم فولّوا وجوھکم شطرہ'' (۱۴۴:۲)''(یعنی کعبہ کو قبلہ بنادینے کی دلی رغبت کی وجہ سے) بار بار آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر دیکھتے ہیں (کہ شاید فرشتہ حکم لے آئے) ہم یہ سب دیکھ رہے ہیں اس لئے اب ہم آپؐ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کردیں گے جس کو آپؐ چاہتے ہیں، اسلئے اب سے آپؐ اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام کی طرف کیا کریں، اور (یہ حکم کچھ آپؐ ہی کیلئے مخصوص نہیں) بلکہ تمام اُمت کیلئے یہی حکم دیدیا گیا، کہ تم جہاں کہیں بھی موجود ہو (یہاں تک کہ خود بیت المقدس کے اندر بھی ہو) تو نماز میں اپنا رُخ مسجد حرام کی طرف کیا کرو''۔

بقیہ: ذکر رسول ﷺ............

شخص اس کو کہہ لے تو اس کا غصہ دور ہوجائے گا، اگر یہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے تو اس کا غصہ ختم ہوجائے گا، تو لوگوں نے جاکر اس آدمی سے کہا کہ کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں سن رہے ہو، اس نے جواب دیا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔ (بخاری ۹۰۳/۲، مسلم ۳۲۶/۲) یعنی غصے کی وجہ سے اس بے چارے کو یہ بھی نہیں پتہ چلا کہ وہ کیا جواب دے رہا ہے اور یہ نہیں سمجھ سکا کہ یہ غصہ بھی شیطانی ہی اثر ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ آدمی منافقوں یا گنوار بدوں میں سے تھا۔

۲- جب غصہ آئے تو اپنے آپ کو زمین سے لگادے اور اپنا رخسار زمین پر رکھ دے تاکہ نفس ذلیل ہو اور غرور وتکبر ٹوٹے، حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خبردار! بلاشبہ غصہ ابن آدم کے دل میں آگ کا ایک انگارہ ہے کیا تم (غصہ کی وجہ سے) اس کی آنکھوں کی سرخی اور گردن کی رگوں کے پھولنے کو نہیں دیکھتے لہٰذا جسے کچھ غصہ محسوس ہو اسے زمین سے مل جانا چاہیئے۔ (ترمذی کتاب الفتن ۴۳/۲)

۳- جب غصہ آئے تو اگر آدمی کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہے تو لیٹ جائے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اسے بیٹھ جانا چاہیئے اگر اس سے غصہ دور ہوجائے تو ٹھیک، ورنہ لیٹ جائے۔ (ابوداود ۶۵۹/۲)

www.khanqah.in

Vol. 15 No: 11 | 21 March to 27 March 2014 | Friday

Printer,Publisher: Maulana Hamidullah Lone
Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thoker
Office: Madina Chowk Gawkadal Srinagar
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Jammu and Kashmir -192232
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Ph. No. 01942-2481821 Cell: 09906546004

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 22-03-2014
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

اپریل فول اور اسکی تاریخی و شرعی حیثیت

مولانا مرغوب الرحمٰن مظاہری۔گلی نمبر۲ محلّہ آلی کی چنگی سہارنپور

اسلام ایک فطری مذہب ہے،اس نے ہراس چیز کا پورا پورا خیال رکھا ہے جس کی ضرورت انسانی فطرت کو ہوتی ہے اور ہراس شئ سے رکنے اور باز رہنے کی تلقین کی ہے جس سے دینی یا دنیوی نقصان ہوتا ہو اور دوسری قوموں کی نقالی کرنے اور ان کی اندھی تقلید کرنے سے قطعاً منع کیا ہے، آج ہماری قوم پر مغربیت کا ایسا جنون طاری ہے کہ ہر ہر معاملہ میں بے سوچے سمجھے اغیار کی اندھی تقلید کو اپنے لیے ذریعہ نجات و معراج سمجھتی ہے، حالانکہ محسن انسانیت رحمۃ للعالمین ہمارے آقاء و مولی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ جگہ اور قدم قدم پر مکمل رہنمائی فرمائی ہے،اور ہمیں کسی طرح بھی تشنہ کام نہیں چھوڑا اور کہیں بھی ایسا موقع نہیں دیا کہ ہم کو رہنمائی و رہبری کے لیے دوسروں کی طرف دیکھنے کی ضرورت پڑے۔مغرب کی اندھی تقلید میں آج ہم نے ”اپریل فول“ کو اپنی تہذیب کا ایک حصہ بنالیا ہے، ہم نے یہ نہیں دیکھا اس کے پیچھے کیا کیا خرابیاں کارفرما ہیں، بس بے سوچے سمجھے غیر مہذب قوم کی پیروی میں لگ گئے، آیئے ان خرابیوں سے پردہ اٹھاتے ہیں اور مورخین کی مختلف آراء کا جائزہ لیتے ہیں۔بعض مصنفین کا کہنا ہے کہ فرانس میں سولہویں صدی عیسوی تک سال کا آغاز جنوری کے بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا، اور اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی وینس (Venus) کی طرف منسوب کرکے مقدس سمجھا کرتے تھے، وینس کا ترجمہ یونانی زبان میں Aphrodite کیا جاتا ہے، شاید اسی یونانی نام سے مشتق کرکے اپریل مہینے کا نام رکھا گیا (برٹانیکا)۔

بعضوں کا خیال یہ ہے کہ یکم اپریل کو سال کی پہلی تاریخ ہوا کرتی تھی اور اس کے ساتھ ایک بت پرستانہ تقدس بھی وابستہ تھا اس لیے لوگ اس دن کو جشن مسرت کے طور پر مناتے تھے اور ہنسی مذاق اور کھیل کود کرتے، رفتہ رفتہ اسی نے ”اپریل فول“ شکل لے لی۔ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ ۲۱/مارچ سے موسم میں تبدیلی آنی شروع ہوتی ہے بعض لوگوں نے اس تبدیلی کو اس طرح تعبیر کیا کہ اوپر والا ہمارے ساتھ ہنسی مذاق کرکے ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے، کیوں نہ ہم بھی ایک دوسرے کو بیوقوف بنائیں، اس طرح انہوں نے ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کردیا۔(برٹانیکا) ایک وجہ انسائیکلوپیڈیا لاروس نے بڑے وثوق کے ساتھ پیش کی ہے اور اس کے صحیح ہونے پر دلائل و شواہد پیش کئے ہیں، یکم اپریل وہ تاریخ ہے جس میں رومیوں اور یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق واستہزا کیا، اور رخسار مبارک پر چپت لگائے، آنکھیں بند کراکر پوچھتے کہ الہام کے ذریعہ بتا کہ کس نے مارا، آپ پر طعن و تشنیع کرتے اور آپ کو ذلیل کرتے، لوقا کی انجیل میں اس کو یوں بیان کیا: ”اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھوں میں اڑاتے اور مارتے تھے، اور اس کی آنکھیں بند کرکے اس سے پوچھتے تھے کہ نبوت (الہام) سے بتا تجھے کس نے مارا، اور انہوں نے طعنہ اور بھی بہت سے باتیں اس کے خلاف کہیں“ (۲۲:۶۵-۶۳) آگے یہ بھی مذکور ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سرداران یہود اور قوم کے بزرگوں کی عدالت عالیہ میں پیش کیا گیا پھر ان کو پیلاطس کی عدالت میں لے گئے کہ ان کا فیصلہ وہاں ہوگا پھر پیلاطس نے ان کو ہیرودیس کی عدالت میں بھیج دیا، ہیرودیس نے پھر ان کو پیلاطس کی عدالت میں بھیج دیا۔لاروس لکھتے کہ عیسیٰ کی ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقلی بھی ان کا ٹھٹھہ اور مذاق اڑانے کے لیے تھی۔

روم میں اسے (اپریل کو) فیسٹول آف ہیلاریا (Festival of Hilaria) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ہیلاریا، رومی قصے کہانیوں میں ہنسی مذاق کی علامت تھی، جب کہ اس کو رومن لافنگ ڈے کہتے ہیں، پرتگالی لوگ اس کو ”فول ڈے“ کے نام سے جانتے ہیں اور اسپین میں اپریل کو ”کویل کا مہینہ“ مانا جاتا ہے، اس لیے اپریل فول بننے والے شخص کو ”کوکو“ کہا جاتا ہے، جب کہ دنیا کی دیگر جگہوں میں اس کو ”اپریل فول“ کے نام سے پکارتے ہیں۔

بہر حال ”اپریل فول“ کا جو بھی پس منظر رہا ہو بہر صورت کسی نہ کسی صورت انسانیت دشمنی کے واقعہ سے جڑا ہوا ہے، مسلمانوں کے لیے یہ قبیح رسم اس لیے بھی مزید بری ہے کہ یہ بہت سے بدترین گناہوں کا مجموعہ ہے

(۱) گمراہ اور بے دین قوموں کی مشابہت اختیار کرنا (۲) صریح جھوٹ بولنا (۳) گناہ کبیرہ کو حلال اور جائز سمجھنا (۴) خیانت کرنا (۵) دھوکہ دینا (۶) دوسروں کو اذیت پہنچانا (۷) ایک ایسے واقعہ کی یادگار منانا جس کی اصل بت پرستی یا توہم پرستی یا کسی پیغمبر کے ساتھ گستاخانہ مذاق ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ ”اسلام“ نے ہماری اس سلسلہ میں کیا رہنمائی فرمائی ہے۔

معلم انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر قوم کے رسم و رواج، جشن و تہوار، عادات و اطوار کو اپنانے والے کو اپنے مذہب سے نکل کر انہیں کے مذہب میں داخل ہونے کے مترادف قرار دیا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے ”من تشبہ بقوم فھو منہ“ (ابوداؤد، مسند احمد) جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے، ایک دوسری حدیث پاک میں فرمایا: ”لیس منا من تشبہ بغیرنا، لاتشبھوا بالیھود ولا بالنصاری“ (ترمذی ۲/۹۹، باب السلام) وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے علاوہ (دیگر اقوام) کے طریقہ کی مشابہت اختیار کرے تم یہود و نصاری کی مشابہت اختیار مت کرو۔

پس جو شخص زندہ ضمیر رکھتا ہے، آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شمار ہونا چاہتا ہے تو یقیناً ایسی باتوں سے بالکلیہ پرہیز کرنا چاہئے نہیں تو کل انجام بد کے لیے تیار رہنا چاہئے۔علامہ ابن تیمیہ نے اپنی تصنیف ”اقتضاء الصراط المستقیم“ میں غیروں کی مشابہت اختیار کرنے کے ممنوع ہونے میں متعدد وجوہات بیان فرمائی ہیں، چند ایک کو ذکر کیا جاتا ہے۔کفار کی نقل اور پیروی کرنے سے آدمی خود بخود صراط مستقیم کی پیروی سے ہٹ جاتا ہے۔ان کی پیروی کرنے سے ان کے قول و عمل سے ہم آہنگی اور قلبی موانست پیدا ہو جاتی ہے جو سراسر ایمان کے منافی ہے۔کفار کی مشابہت پر جمے رہنے سے خود شریعت مطہرہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور ایمان کمزور ہوتا چلا جاتا ہے، اور آوارگی بے حیائی اور جنسی بے راہ روی عام ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کی اس نقالی سے کفار دلی خوشی محسوس کرتے ہیں اور اپنے کفر پر مضبوط ہوتے چلے جاتے ہیں۔لہٰذا عقائد و عبادات اور جشن و تہوار میں غیر مسلم اقوام کی نقالی ناجائز و حرام ہے، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ”اللہ کے دشمنوں کے تہواروں میں شرکت سے اجتناب کرو“۔(مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا قول ہے جس نے مشرکین کے نوروز و مہرجان (تہواروں) کے جشن منائے اور اسی حالت میں موت آگئی تو قیامت کے روز انہیں میں سے اٹھایا جائے گا۔(مسند احمد)

دوسرا گناہ اس میں یہ ہوتا ہے کہ جھوٹ کا ارتکاب کیا جاتا ہے بلکہ صریح جھوٹ بولا جاتا ہے قرآن و حدیث میں جھوٹ کی حد درجہ مذمت بیان کی گئی ہے، قرآن کریم میں دسیوں مقام پر جھوٹ کی قباحت بیان فرمائی گئی ہے، اللہ تعالیٰ شانہ نے جہاں شرک اور بت پرستی سے منع فرمایا ہے وہیں جھوٹ سے بھی بچنے کا حکم دیا، جھوٹ بولنے کو منافق کی علامت قرار دیا، (منافقون:۱) حدیث شریف میں اس طرح بیان کیا: آیۃ المنافق ثلاث، اذا حدث کذب، واذا وعد اخلف، واذا اوتمن خان (بخاری، مسلم) منافق کی تین (خاص) نشانیاں ہیں جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اسے امین بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے۔رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق میں بھی جھوٹ بولنے کو ممنوع فرمایا بلکہ ایسے شخص کے لیے تین مرتبہ بددعا فرمائی فرمایا، ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد میں روایت موجود ہے کہ: بربادی ہے اس شخص کیلئے جو لوگوں کو ہنسانے کیلئے جھوٹ بولے، اس کیلئے بربادی ہے، اس کیلئے بربادی ہے۔

تیسرا گناہ یہ ہے کہ اس دن جھوٹ بولنے اور کذب بیانی کو جائز سمجھا جاتا ہے بلکہ لائق تحسین اور قابل فخر سمجھا جاتا ہے، حالانکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ العزیز نے تصریح فرمائی ہے کہ جھوٹ کو اگر گناہ سمجھ کر بولا جائے تو گناہ کبیرہ ہے اور اگر اس کو جائز و حلال سمجھ کر بولا جائے تب تو اندیشہ کفر ہے۔

چوتھا گناہ اس میں دھوکہ دینا بھی ہے، اس کو بھی فقہائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے، دھوکہ دینے والے کے متعلق محسن انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضگی کے الفاظ فرمائے ہیں، فرمایا: من غشنا فلیس منا۔(مسلم) جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

پانچواں گناہ: اس میں خیانت جیسی ممنوع حرکت کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے، جس کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا گیا ہے، محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کبرت خیانۃ أن تحدث أخاک حدیثاً ھو لک بہ مصدق وأنت بہ کاذب (أبوداود۲/۳۳۲۳) بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات کہو جس میں وہ تمہیں سچا سمجھتا ہو، حالانکہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔خیانت کو حدیث پاک میں منافق کی علامت بھی قرار دیا، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

چھٹا گناہ ایسے واقعہ کی یادگار منانا جس کی اساس و بنیاد بت پرستی یا توہم پرستی یا کسی پیغمبر کی ذات مقدس کے ساتھ گستاخانہ مذاق پر ہے، یہ تینوں ہی عظیم تر گناہ ہیں، بلکہ ان پر عمل پیرا ہونے سے کفر و ضلال کے گڑھے میں چلے جانے کا خوف ہے۔

ساتواں گناہ اس میں یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایذاء پہونچائی جاتی ہے، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے، قرآن پاک میں ہے کہ ”والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتاناً و اثماً مبیناً (احزاب:۵۸) بیشک جو لوگ ناحق ایذا پہونچاتے ہیں مومن مردوں اور عورتوں کو انھوں نے بہتان یعنی بڑا گناہ اٹھایا۔

حدیث پاک میں اس کی شناعت کو اس طرح بیان فرمایا گیا: المسلم من سلم المسلمون بلسانہ ویدہ (مسلم ۱/۴۸) کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کی ایذا) سے عام مسلمان محفوظ رہیں۔

اپریل فول تہذیب جدید کے عنوان سے آج مسلمانوں میں بھی منایا جانے لگا ہے، جبکہ اس کے پیچھے وہی ذہنیت اور اسلام دشمنی کارفرما ہے جو ازل سے اسلام کے دشمنوں کا شیوہ رہی ہے۔

مغرب کی اندھی تقلید میں جدید تہذیب و تمدن اپنانے کی حرص میں کہیں ہمارا دین و ایمان نہ غارت ہو جائے، خدارا! اس پر غور کریں۔